تحریک، کارکن اور شعور

شیخ جاوید ایوب°

انقلابی تحریکوں کے لیے ان کے اصول و مبادی جہاں ان کو ایک پہچان مہیا کرتے ہیں، وہاں ان کا تحریکی شعور اور مزاج بھی ترقی و بقا کے لیے کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔ تحریک کوئی بھی ہو، اگر اس سے وابستہ افراد اُس تحریک کے رنگ میں نہ رنگ جائیں، اس تحریک کی فکر میں نہ ڈوب جائیں اور اگر اپنے مزاج کو اس تحریک کے مزاج سے ہم آہنگ نہ کر دیں، تو وہ تحریک اپنی انقلابی روح کھو دیتی ہے اور صرف افراد کا ایک مجموعہ بن کے رہ جاتی ہے۔ پھر تحریکی شعور و مزاج سے عاری افراد کی عادات و اَطوار اس تحریک پر مسلط ہو کر اس کی سمت تبدیل کر دیتے ہیں۔

انقلاب برپا کرنے کے لیے انقلابی ذہنیت ایک لازمی بنیاد ہے۔ اگر تحریک اپنے افراد میں انقلابی ذہنیت کو اجاگر کرنے میں ناکام ہو جائے تو وہ ایک انقلابی تحریک کے منصب سے نیچے اُتر آتی ہے۔ انقلابی سوچ افراد کی حُریت فکر کو دبا کر پیدا نہیں کی جاسکتی۔ انقلابی سوچ افراد کو اندھی تقلید پر آمادہ کر کے پیدا نہیں کی جاسکتی، بلکہ انقلابی ذہنیت ایک ایسی فضا میں پیدا ہوتی ہے جہاں افراد کی 'تجزیاتی سوچ' (Critical Thinking) کی حس کو بیدار کیا جاتا ہے۔ جہاں تحریک افراد کا اور ان کے کام کا احتساب کر سکے اور جہاں افراد تحریک اور اس کے کام کا احتساب کر سکیں۔ 'تجزیاتی سوچ' کو دبانے کا کام ہر دور میں اس قوت نے انجام دیا ہے جو پہلے سے موجود روایتی نظام (Status Quo) کو قائم رکھنے کے حق میں رہی ہے اور یہ ہمیشہ رہے گا۔ وہ جانتے ہیں کہ 'تجزیاتی فکر' سے ہی انقلاب کی راہ کھلتی ہے۔ اس لیے انقلاب کو روکنے کے لیے 'تجزیاتی فکر' کو دبانا بہت ضروری بن جاتا ہے۔

° سری نگر

تحریک کے ہر فرد کو اس بات کی تمیز رکھنا ہوگی کہ اس کا کردار کیا ہے؟ جب تک وہ اپنے آپ کو نہیں پہچانتا، اپنی صلاحیتوں کو نہیں جانتا، وہ تحریک کے لیے صحیح کام نہیں کرسکتا۔ خودشناس افراد تحریک کا اثاثہ ہوتے ہیں۔ جب جماعت اسلامی کی بنیاد رکھی گئی تو سب سے پہلے مولانا مودودیؒ نے ایک ایک رکن جماعت کو الگ الگ بلا کر اس سے دریافت کیا کہ وہ اپنے آپ کو جماعت میں کس کام کے لیے پیش کرتا ہے۔ کام کی نوعیت کے حساب سے ارکان جماعت کے الگ الگ گروپ بنائے گئے، تاکہ تخصیصی (specialized) انداز میں تحریک کے کام کو انجام دیا جائے۔

اس کے برعکس ایک متردّد [reluctant] کارکن تحریک کے لیے کارآمد نہیں ہوسکتا کیوں کہ اس کی شخصیت میں ابہام اسے کام کرنے سے روکتا اور دوسروں کو شک میں دھکیلتا ہے۔ اس کی شخصیت میں ابہام دو صورتوں سے وجود میں آتا ہے۔ پہلی یہ کہ وہ خودشناس نہیں ہوتا، اس لیے تحریک شناس بھی نہیں ہوتا۔ دوسری یہ کہ غیرتحریکی فکر، شعور اور ماحول نے اس کے اندر گھر کرلیا ہوتا ہے۔ وہ (تحریک کے حوالے سے) غیرفکری اور غیرشعوری اثرات کو لے کر تحریک میں شامل ہوتا ہے۔ اگر تحریک اس کے ابہام کو دور کرنے میں ناکام ہوجائے تو وہاں پر تحریک کو اپنا اور اپنے تربیتی نظام کا محاسبہ کرنا چاہیے۔ تحریک اپنے کارکنان کو منجمد اور بے جان نہیں چھوڑ سکتی، بلکہ وہ انھیں حرکت دیتی ہے، نئی سوچ اور نئی فکر دیتی ہے، نئی زندگی اور بلند مقاصد سے آشنا کرتی ہے۔

تحریک اپنے افراد کی سوچ سے کٹ کر علاحدہ نہیں رہ سکتی۔ تحریک کو چاہیے کہ افراد کو اس ابہام سے آزاد کردے کہ جب تک انقلابی قافلہ اپنے ہمراہیوں کو فکری آزادی نہیں دلاتا، وہ انقلاب پرور نہیں کہلاسکتا۔ محکومی اور آزادی کا مزاج ایک جیسا نہیں ہوتا۔ محکوم کوئی اس وقت بنتا ہے جب کوئی دوسرا حاکم بن جاتا ہے، یعنی کسی کے حاکم بننے سے کوئی محکوم بن جاتا ہے، مگر آزادی کا مزاج ایسا بالکل بھی نہیں۔ کوئی کسی اور کے آزاد ہونے سے آزاد نہیں بنتا اور نہ کسی اور کے آزاد کرنے سے آزاد بنتا ہے، بلکہ فکری آزادی خود کو آزاد کرنے سے ہی حاصل ہوسکتی ہے۔

ایک انقلابی تحریک اپنے کارکنان کو جمود کا درس نہیں دے سکتی، ان کی حرکت کو قید کرکے انھیں منجمد نہیں بناسکتی۔ اُن کے دماغ پر گرفت کرکے انھیں مفلوج نہیں بناسکتی۔ تحریک متحرک افراد سے ہی قائم رہتی ہے۔ 'تجزیاتی فکر' کے اُبھرنے سے تحریک میں حرکت جاری رہتی ہے اور اگر

اس 'تجزیاتی فکر' کو کچل دیا جائے، تو تحریک ایک منجمد تنظیم یا روایتی قبیلے میں تبدیل ہو کے رہ جاتی ہے۔ بقولِ اقبالؒ: 'سبق شاہین بچوں کو دے رہا ہے خاک بازی کا' ____ ایسا کرنا تحریک کے عین مقاصد کے خلاف بھی ہے اور حکمت کے بھی۔

ایک انقلابی تحریک کے لیے یہ بھی اشد ضروری ہے کہ اس کا تنظیمی و تحریکی ڈھانچا اور طریق کار حریف کے تنظیمی ڈھانچے اور اس کے طریق کار سے مختلف ہو۔ اگر یہاں بھی وہی کچھ ہو جو مدِ مقابل کے ہاں ہے، تو پھر جو کچھ ہوگا، وہ محض ہاتھوں کی تبدیلی ہوگا، انقلابی یا جوہری تبدیلی نہیں پیدا ہو سکے گی۔ اس لیے تحریک کو چاہیے کہ حالات بھی بدلیں اور ہاتھ بھی۔

آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برپا کی گئی تحریک میں یہ بات ہمیں بدرجۂ اتم دیکھنے کو ملتی ہے۔ حضوؐر نے اپنی تحریک کو الگ بنیادوں پر قائم کیا۔ وہاں کالے اور گورے کی تمیز نہیں رہتی، وہاں کوئی غلام اور کوئی آقا نہیں رہتا، وہاں ایک ہی صف میں محمود و ایاز کھڑے ہو جاتے ہیں، وہاں انسانوں کی کھوئی ہوئی انسانیت کے بارے میں فکرمندی ہے، وہاں انسانیت کو بحال کرنے کی منصوبہ بندی ہے، وہاں حلال و حرام کے قیود ہیں، وہاں عبادات، ریاضت اور فقر کی ایک انوکھی ہم آہنگی کو پیدا کیا جاتا ہے، وہاں سوال پوچھے جاتے ہیں اور تلخ سوال بھی، لیکن حضوؐر کسی کی تلخی سے دل برداشتہ نہیں ہوتے بلکہ اطمینان سے سوالات سنتے ہیں اور جوابات دیتے ہیں، وہاں بدر کے فیصلہ کن معرکے میں الخبابؓ بن المنذر بن الجموح، حضوؐر سے جاننے کی جرأت کر سکتے ہیں کہ حضوؐر کا انتخاب کردہ مقام اللہ کا نازل کردہ ہے یا کہ یہ آپؐ کی ذاتی راے ہے؟ وہاں فارس کے سلمانؓ وقت کے پیغمبرؐ کو مدینہ منورہ کے بچاؤ اور دفاع کے لیے خندق کھودنے کا مشورہ دے سکتے ہیں۔ ایسی تحریک جہاں خلفا سے سوال کیا جا سکتا ہے، جہاں ایک چپٹی ناک والی عورت حضرت عمرؓ کے اجتہاد پر سوال کھڑا کر سکتی ہے، جہاں پیغمبر کوئی داروغا نہیں بنتا، جہاں شورائی نظام ہو اور جہاں احتسابِ عمل کا اصول واضح ہو ____ یہ سب کچھ اس لیے کیوں کہ یہ تحریک بنیادی طور پر تبدیلی چاہتی تھی۔ ایسی تبدیلی جس میں زندگی کے شعبہ جات ہی نہیں خود زندگی ہی بدل جائے۔

تحریک کے لیے ضروری ہے کہ وہ جن نعروں کو بلند کرتی ہو، جن اصولوں کی تبلیغ کرتی ہو، وہ تحریک کے اندر بھی عملاً موجود ہوں۔ اگر ایسا نہ ہو تو تحریک کی دعوت موثر نہیں بن سکتی۔ کوئی بھی نعرہ

دراصل کچھ حروف کا مرکب ہوتا ہے۔ نعرہ حرکت دیتا ہے، عمل پر ابھارتا ہے اور تو اور تحریک کے عمل کی عکاسی کرتا ہے۔ اس لیے یہ حروف دراصل عمل اور خیال، یعنی آئیڈیالوجی کو ظاہر کرتے ہے۔ عمل اگر خیال سے خالی رہ جائے تو قابلِ قبول نہیں۔ اگر خیال اور عمل میں مطابقت نہ ہو تو یہ رویہ منافقت میں شمار ہوتا ہے، اور انقلابی تحریکوں میں ایسے رویے کا گزر موت ہے۔ جمہوریت کا پرچار کرنے والے اگر لوگوں کی زبانوں کو بند کروادیں، اظہارِ رائے پر پابندی لگادیں، قلموں پر زنجیریں گرادیں، حقوق سلب کردیں، تو یہ کھلی منافقت کہلائے گی۔ اسی طرح نظامِ قسط وعدل کی علَم بردار تحریکوں کے لیے ضروری ہے کہ ان کے اندر یہ نظامِ عدل عملاً جاری وساری ہو۔ اگر عدل وقسط نابود ہو تو تحریک کا اس حالت میں منزلِ مقصود تک پہنچنا ناممکن ہوجاتا ہے۔

یہاں ایک اہم بات کی وضاحت بھی بہت ضروری ہے کہ تحریکوں سے وابستہ افراد کو عملِ صحیح اور محض 'خام فعالیت' (Activism) کے درمیان حساس فرق کو قائم رکھنا ہوگا اور یہ یاد رکھنا ہوگا کہ خام فعالیت سے انقلابات نہ آئے ہیں اور نہ آسکتے ہیں۔ انقلاب اگر آتا ہے تو عملِ صحیح سے ہی آتا ہے۔ عملِ صحیح یہ ہے کہ اگر انقلاب نہیں آتا ہے تو اس کے اسباب کو تلاش کیا جائے، وجوہ کو ڈھونڈا جائے، تاکہ انھیں تلاش کرکے ان کے سدباب کی کوششیں کی جائیں۔ یہ کوششیں صرف تحریک کے قائدین کا خصوصی حق نہیں، بلکہ ہر کارکن اس کام کو انجام دے اور کوئی بھی اپنے ارکان کو اس حق سے محروم نہیں کرسکتا۔ اگر ایسا ہونا شروع ہوجائے تو یہ تحریک کا عروج نہیں بلکہ زوال ہوگا۔ اسی طرح کارکنان کی سنجیدہ سوچ ہی قائدین کو سنجیدہ بناسکتی ہے۔ قائد کارکنوں سے ہوتا ہے اور کارکن قائد سے۔ قائد کی سوچ کارکنان سے پروان چڑھتی ہے اور کارکنوں کی قائد سے۔ اگر قائد کارکنان کے ساتھ مل کر نہیں سوچتے تو ان کی پالیسیاں کامیاب نہیں ہوسکتیں۔ کوئی بھی قائد، کارکنوں کی صلاحیتوں کو، ان کے شعور کو، ان کی فہم وفراست کو، ان کے علم وتجربے کو صرف اس بنا پر نظرانداز نہیں کرسکتا کہ وہ صرف ایک عام کارکن ہے، بلکہ وہ 'ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ' کی صدا کو اپنے شعور میں اتار کر ہر کارکن کی صلاحیتوں سے استفادہ کرے، ان کی بات کو سنے، ان کی تجاویز کو پرکھے، اور ہمیشہ یہ بات ذہن میں رکھے کہ اگر کارکن قربانیاں پیش کرسکتا ہے تو اس کی رائے کیوں نہیں وزن رکھ سکتی!